اسلامی ریاست میں غیر مسلم رعایا کے حقوق

The rights of Non-Muslims in an Islamic State

ڈاکٹر رانا مطلوب احمد*

ڈاکٹر سید علی انور**

ABSTRACT

"Minority" is a word which is considered a challenge for any political system. This article discusses how a certain political system deals with the idea and rights of a minority. If a minority enjoys the privileges in a society that political system is considered as perfect.

Islam, the revealed religion, has not overlooked the status of a minority. Rights of a minority is one of the top priorities in Islam. This article brings to the fore the very status which Islam gives to the minorities and which they enjoyed while living in the Islamic poltical and social set up.

Islam not only gives minorities the right to live in an Islamic Society, but also gives them protection. The word "Dhimmis" gives minorities the protection in an Islamic society which they never entertain in their own society. Whether it was the time of the Holy Prophet, the Abbasid's or Umayyad, everywhere in the Islamic society they enjoyed not only as minorities but also they were allowed to build churches, join Islamic forces and to become viziers, etc.

It clearly reveals that Islam is a religion of peace that not only gives good tidings to the believers but aslo to the minorities who live among them.

This article is a small replica of what the minorities enjoyed in the Islamic society.

Keywords: *Non-Muslims, Rights, Islamic Society, Minorities, Peace*

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

** ڈین لسانیات، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اگر دنیا کی سیکولر حکومتوں کا جائزہ لیا جائے تو لا دینی نظام بھی اپنی ریاستوں میں اقلیتوں کو اکثریت کے ظلم واستبداد سے نجات نہیں دلا سکا اور ان کی وہی ابتر حالت ہے، جو قدیم زمانہ میں اقلیتوں کی تھی۔ وہ آج بھی اکثریت کے رحم وکرم پر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

امریکہ میں نیگرو کی حالت نہایت ہی خراب ہے۔ وہ سماجی، اقتصادی اور مذہبی آزادی سے محروم ہیں۔ وہ سفید فام لوگوں کے گرجا میں داخل نہیں ہو سکتے۔ امریکہ کے قدیم باشندے ریڈ انڈین حیوانی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس ظلم کے خلاف لوتھر کنگ نے آواز اٹھائی، تو اس کو گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔

برطانیہ میں بیرونی باشندوں کی جو ابتر حالت ہے، وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اس میں نسلی منافرت بڑھتی جارہی ہے۔ ہندوستان میں اقلیتوں سے ظلم وستم ہو رہا ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات اس میں روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ اقلیتوں کا مال وجان اور عزت ہر وقت خطرے میں رہتی ہے اور حکومت کے رحم وکرم پر زندگی کے دن گزار رہی ہیں۔ امریکہ اور برطانیہ عراق میں، اسرائیل فلسطین میں اور ہندوستان کشمیر میں جس بے رحمی کا عمل کر رہے ہیں، وہ تاریخ کا ایک سیاہ باب ہیں۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی نظام نے بھی اپنی ریاستوں کو اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ نہیں دیا۔ اسلام ہی صرف ایک ایسا نظامِ حیات ہے جس میں غیر مسلم رعایا کے حقوق کو تحفظ دیا گیا ہے۔

اسلامی ریاست کے اعتبار سے اقلیتوں کی دو اقسام ہیں:

۱۔ وہ معاہد جو مصالحت یا معاہدے کے ذریعہ اسلامی حکومت کے ماتحت آتے ہیں۔ ان کو اسلامی اصطلاح میں معاہدہ یا ذمی کہا جاتا ہے۔ یہ غیر مسلم رعایا جزیہ دیتی ہے اور اسلامی ریاست کی رعایا بننا منظور کرتی ہے۔

۲۔ وہ جو لڑائی میں شکست کھا کر مغلوب ہوتے ہیں۔

گویا کہ تمام صورتوں میں اسلام نے اپنی ریاستوں میں رہنے والے غیر مسلم انسانوں کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں جن میں درج ذیل قابل ذکر ہیں:

معاہدات کی پابندی

اسلام نے معاہدات کو دیانتداری کے ساتھ نبھانے کی تعلیم دی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ (1)

(تم اپنے عہد پورے کرو کیونکہ عہدوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔)

دوسری جگہ آتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (2)

(اور وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تم پر ان کی دوستی کا کوئی حق نہیں۔ یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اور اگر تم سے دین کے متعلق مدد چاہیں تو تم پر مدد دینا فرض ہے سوائے اس کے کہ یہ مدد ان لوگوں کے خلاف نہ ہو جن کے اور تمہارے درمیان عہد ہے۔ اللہ جو تم کرتے ہو اسے دیکھتا ہے۔)

اس آیت کریمہ میں معاہدہ کی پابندی کا اس قدر تاکیدی حکم دیا ہے کہ اگر اسلامی ریاست کا کسی غیر مسلم قوم کے ساتھ معاہدہ ہو اور پھر اس غیر مسلم معاہدہ کے خلاف کوئی دوسری مسلمان قوم اسلامی حکومت سے مدد طلب کرے، تو وہ معاہدہ قوم کے خلاف ہرگز مدد نہ کرے اور اپنے عہد پر قائم رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فاتح شام کو لکھا:

وامنع المسلمين من ظلمهم والأضرار وأكل أموالهم إلا بحلها ووف لهم بشرطهم الذي شرعت لهم في جميع ما أعطيتكم (3)

(مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے ان کو نقصان پہنچانے اور ناجائز طور پر ان کا مال کھانے سے روکو ان سے جو شرطیں کی گئی ہیں اور ان سے جو وعدے کیے گئے ہیں ان کو پورا کرو)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ اہواز کے ذمی بھاگ رہے ہیں تو تحقیقات کے لیے بصرہ سے دس نیک سیرت مسلمان طلب کر لیے۔ ان میں سے ایک احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان

سے پوچھا کہ ذمی مسلمانوں کے ظلم و تشدد کی وجہ سے بھاگ رہے ہیں یا کسی اور وجہ سے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوا۔ وہ از خود بلا کسی وجہ کے بھاگ رہے ہیں۔ ان کے ساتھ آپ کی مرضی کے مطابق سلوک کیا جاتا ہے، مگر اس سے آپ رضی اللہ عنہ کو اطمینان قلب نصیب نہ ہوا، تو عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ والیٔ بصرہ کو لکھا کہ:

"لوگوں کو ذمیوں کے ساتھ جور و ظلم سے روکو اور اس سے ڈرو اور محتاط رہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری بد عہدی یا ظلم کی وجہ سے حکومت تم سے چھین لی جائے۔ خدا نے تم کو اس وعدہ پر حکومت عطا کی ہے۔ اس لیے اس عہد کو پورا کرو اور اس کے حکم اور مرضی پر عمل کرو اس وقت خدا تمہاری مدد کرے گا"۔ (4)

اہل نجران کے عیسائیوں کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریری معاہدہ کیا۔ اس میں معاہدین کے حقوق بیان ہوئے ہیں:

"نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب، ان کی زمینیں، ان کا مال، ان کے حاضر و غائب، ان کے قافلے، ان کے قاصد ان کی مورتیں اللہ کی امان اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت میں ہیں۔ ان کی موجود حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا اور نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی اور نہ مورتیں بگاڑی جائے گی۔ نہ کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، کنیسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہے گا۔ ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا، نہ ان سے فوجی خدمت لی جائے گی اور نہ ان پر عشر لگایا جائے گا اور نہ اسلامی فوج ان کی سرزمین کو پامال کرے گی۔ ان میں سے جو شخص اپنے کسی حق میں مطالبہ کرے گا، تو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا، وہ میری ضمانت سے بری ہے۔ اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے اس کے ایفا کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے۔ یہاں تک کہ اس بارے میں خدا کا کوئی دوسرا حکم نازل نہ ہو۔ جب تک وہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے ان کے ساتھ جو شرائط کی گئی ہیں ان کی پابندی کریں گے۔ ان ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا"۔ (5)

حضور ﷺ نے فرمایا:

"خبردار جو شخص کسی معاہد پر ظلم کرے گا یا اس کے حقوق میں کمی کرے گا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالے گا یا اس سے اس کی مرضی کے خلاف کوئی چیز حاصل کرے گا، اس کے خلاف قیامت کے دن میں خود مستغیث بنوں گا"۔

مذہبی آزادی

ذمی اپنی بستیوں میں مذہبی فرائض بجالانے میں آزاد ہوں گے اور ان کے مذہبی حقوق پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی جائے گی۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِۖ ﴾ (6)

(دین میں کوئی جبر نہیں۔)

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کے ذریعہ فتح کیے ہوئے مقامات کی فہرست دینے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ "سارے مقامات بزور شمشیر فتح ہوئے اور ان میں ان کے باشندوں کو ان کے مذہب و شریعت کی پوری آزادی کے ساتھ بسنے کی اجازت دی گئی"۔ (7)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں حیرہ کی فتح کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جو اہل حیرہ سے معاہدہ کیا، اس میں لکھا:

"لا يهدم لهم بيعة ولا كنيسة ولا يمنعون من ضرب النواقيس ولا من إخراج الصلبان في يوم عيدهم" (8)

(ان کی خانقاہیں اور گرجے پیوند خاک نہیں کیے جائیں گے۔ نہ ان کے عید کے دن ان کو ناقوس کے بجانے اور صلیبیں نکالنے سے روکا جائے گا۔)

اور شام کے پادری کو یہ ضمانتیں دیں:

"ولا يهدم لهم بيعة ولا كنيسة وعلى أن يضربوا نواقيسهم في أي ساعة شاؤا من الليل أو نهار إلا في أوقات الصلوة وعلى أن يخرجوا الصلبان في أيام عيدهم". (9)

(ان کی خانقاہیں اور گرجے نہ ڈھائے جائیں گے۔ وہ نماز کے اوقات کے علاوہ رات دن جب چاہیں ناقوس بجاسکتے ہیں اور عید کے موقع پر صلیبیں نکال سکتے ہیں۔)

جان کی حفاظت

اسلام نے اقلیتوں کی جان مسلمانوں کی جان کے برابر قرار دی ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کرے گا، تو قاتل کو مقتول کے قصاص میں قتل کر دیا جائے گا۔ اگر مقتول کے ورثاء قصاص لینے کی بجائے خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں تو قاتل کو خون بہا دینا ہو گا۔

سنن بیہقی کی روایت ہے کہ عہد نبوی میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا۔ مقدمہ رسول ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر ذمی کے عہد کو پورا کرنے کی زیادہ ذمہ داری ہے اور مسلمان کو قصاص میں قتل کر دیا[10]۔

قبیلہ بکر بن وائل کے ایک مسلمان نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے لکھ بھیجا کہ قاتل مقتول کے ورثاء کے حوالے کر دیا جائے، چنانچہ قاتل حنین نامی ایک شخص جو مقتول کے ورثاء میں سے تھا، کے سپرد کر دیا گیا اور اس نے اس کو قتل کر دیا[11]۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مسلمان نے شام کے ایک قبطی کو قتل کر دیا۔ مقدمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے قاتل کو قتل کرنے کا حکم دیا، لیکن حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کی وجہ سے قصاص معاف ہو گیا، اور مقتول کے ورثاء کو مسلمان کی دیت کے برابر ایک ہزار دینار دیت دلوائی[12]۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمان کو ذمی کے ورثاء کے سپرد کر دیا کہ وہ چاہیں معاف کر دیں، اور چاہیں تو قصاص میں قتل کر دیں۔ انہوں نے قتل کر دیا۔[13]

مال کی حفاظت

ذمی کی جان کی حفاظت کی طرح اس کے مال کی حفاظت بھی اسلامی حکومت کے ذمہ ہے۔ ذمیوں کے قبضہ میں جس قدر زمینیں تھیں انہیں کی تحویل میں رہنے دیں۔ اگر خلیفہ کو مسجد یا اور کسی عمارت کی غرض سے زمین لینے کی ضرورت ہوتی تو معاوضہ دے کر لی جاتی تھی۔

کتاب الخراج میں ہے:

"جب عراق فتح ہوا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے تھی کہ ان کی اراضی مجاہدین میں تقسیم کر دی جائے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی کہ زمینداروں اور کاشتکاروں کی تحویل میں رہنے دی جائے۔ کئی دن بحث و مباحثہ ہوتا رہا، آخر کار یہ ٹھہرا کہ مہاجرین اور انصار سے مشورہ کیا جائے۔ چنانچہ ایک اجتماع ہوا۔ انصار میں سے دس آدمی اپنے قبیلہ کی طرف سے حاضر ہوئے اور بڑے بڑے مہاجرین صحابہ یعنی حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنے خیالات کا اظہار کیا، حضرت بلال اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ مخالف رہے، لیکن عام رائے یہی ہوئی کہ ذمیوں کو ان کی زمینوں سے بے دخل نہ کیا جائے، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی ایک آیت سے استدلال کیا، تو ان کو مجبور ہونا پڑا اور تمام صحابہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق ہو گئے"۔ (14)

چنانچہ عراق کی کل اراضی زمینداروں کے قبضہ میں رہنے دی گئی، ان کو مالکانہ حقوق دے دیے گئے۔ مصر کی اراضی بھی مالکان کے قبضہ میں رہنے دی گئی۔

اگر حکومت کو زمین کی ضرورت پڑتی، تو مالک کو معاوضہ دیا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص نے دجلہ کے کنارے گھوڑوں کے پالنے کے لیے ایک رمنہ بنانا چاہا۔ آپ نے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو جو بصرہ کے گورنر تھے، لکھا کہ اگر وہ زمین ذمیوں کی نہ ہو اور اس میں ذمیوں کی نہروں اور کنوؤں کا پانی نہ آتا ہو، تو سائل کو زمین دے دی جائے (15)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جابیہ میں تھے کہ ایک ذمی نے شکایت کی کہ لوگوں نے اس کا انگوروں کا باغ تباہ کر دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تحقیق کے لیے خود وہاں گئے۔ دیکھا کہ ان کے ساتھیوں میں سے ایک صاحب ڈھال میں انگور لیے جا رہا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اچھا آپ بھی ہیں۔ اس نے جواب دیا: امیر

المؤمنین رضی اللہ عنہ! بھوک شدت سے لگی ہوئی تھی، اس وجہ سے یہ حرکت کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ باغ کے مالک کو اس کے انگوروں کی قیمت ادا کر دی جائے[16]۔

تحفظ عزت

اسلامی ریاست میں غیر مسلم کی عزت وناموس کو بھی وہی تحفظ حاصل ہے، جس طرح ایک مسلمان کی عزت وآبرو کو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حمص کے گورنر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی زبان سے کسی ذمی کے متعلق أخزاك الله (اللہ تجھے رسوا کرے) کا کلمہ نکل گیا۔ اس پر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو سخت ندامت ہوئی اور اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا، اور فرمایا کہ اس منصب کے غرور میں مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوا ہے، لہذا یہ عدل وانصاف کے خلاف ہے کہ میں اس منصب پر فائز رہوں[17]۔

در المختار میں لکھا ہے: "اس کو تکلیف دینے سے باز رہنا واجب ہے اور اس کی غیبت اس طرح حرام ہے جیسی مسلم کی غیبت حرام ہے"[18]۔

مالی کفالت

ذمی کسی معذوری کی وجہ سے روزی کمانے سے عاجز آجائے تو اس کے گزارے کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے گا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عامل عدی بن ارطاۃ کو حکم بھیجا کہ اپنے علاقہ کے ذمیوں کے حالات معلوم کرو، جو بوڑھے ہو چکے ہیں اور روزی کمانے کے قابل نہیں رہے، تو ان کے گزران کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بوڑھے ذمی کو دیکھا کہ در در بھیک مانگتا پھرتا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: ہم نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ جب تم جوان تھے اور کماتے تھے تو ہم نے تم سے جزیہ وصول کیا۔ اب جب تم کمانے کے قابل نہیں رہے تو ہم نے تم کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا[19]۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فتح حیرہ کے وقت جو معاہدہ کیا تھا، اس میں درج کیا:

"میں نے ان کو یہ حق دیا کہ اگر کوئی بوڑھا کام کرنے سے معذور ہو جائے یا اس پر کوئی مصیبت آن پڑے یا پہلے دولت مند تھا، پھر مفلس ہو گیا اور اس وجہ سے اس کے ہم مذہب اس کو خیرات دینے لگے تو اس کا جزیہ موقوف کر دیا جائے گا، اور اس کا اور اس کے اہل و عیال کا نفقہ مسلمانوں کے بیت المال سے مقرر کر دیا جائے گا جب تک وہ مسلمانوں کے ملک میں رہے۔ اگر وہ اسلامی ملک سے چلا جائے تو مسلمانوں پر اس کے اہل و عیال کا نفقہ واجب نہ ہو گا"۔[20]

اقتصادی آزادی

اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو اقتصادی آزادی حاصل ہوئی ہے۔ ان کو کمانے اور خرچ کرنے میں مکمل آزادی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض ایسی چیزوں کی تجارت کرنا جو ایک مسلمان کے لیے حرام ہے مگر اقلیتوں کو اجازت ہے۔ جیسے شراب اور خنزیر کی خرید و فروخت۔

سیاسی حقوق

اسلامی ریاست میں غیر مسلم رعایا کو یہ حق حاصل ہے کہ خلیفہ ملکی امور میں ان سے مشورہ لے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بنیامین نامی مصری قبطیوں کا ایک سردار تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ وہ اپنی قوم میں بااثر شخص ہے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ انتظامی امور میں اس سے مشورہ لیں[21]۔

اسی طرح اقلیتوں کے امور میں انہی کی رائے معتبر تصور ہو گی۔ عراق کے انتظام کے وقت وہاں کے قائدین کو مدینہ بلوایا اور ان سے مشورہ لیا۔ ایسا ہی مصر کے اقلیتی لیڈر مقوقس کی رائے لینے کے بعد وہاں انتظامی امور کا فیصلہ فرمایا تھا۔

مذہبی قانون میں آزادی

اسلام نے اقلیتوں کے اپنے مذہبی قانون میں ہر قسم کی آزادی دی ہے۔ اسلامی عدالت میں ان کے قانون کے مطابق ہی فیصلے ہوں گے۔ اہل نجران کے معاہدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرما دیا تھا کہ ان کے خالص مذہبی امور میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی[22]۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

کے دور میں اس پر عمل ہوتا رہا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: "کیا وجہ ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے ذمیوں کو محرمات کے ساتھ نکاح، شراب اور خنزیر کے معاملہ میں آزاد چھوڑ دیا ہے"۔ تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ انہوں نے جزیہ دینا اس وجہ سے قبول کیا ہے کہ انہیں ان کے عقیدے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی آزادی دی جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کام انہی کے نقش نقدم کی پیروی کرنا ہے اور اپنی طرف سے کوئی نئی بات ایجاد نہیں کرنی چاہیے"[23]۔

علامہ ابو الحسن ماوردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"انہیں اپنے حقوق اپنے حکام کے پاس لے جانے میں کسی قسم کی ممانعت نہیں کی جاسکتی۔"[24]

ابن الفقیہ لکھتے ہیں:

"جن عیسائیوں نے مفتوحہ ملک میں رہنا پسند کیا، ان کے مال وجان کی پوری حفاظت کی گئی۔ انہیں پورا حق حاصل تھا کہ اپنے طور پر اپنی عبادت کریں۔ معینہ حدود میں انہی کے قوانین رائج تھے۔ بعض ملکی اور قومی عہدوں پر ان کا تقرر کیا گیا۔ ان کی عورتوں کو اجازت تھی کہ وہ فاتحین کے ساتھ شادی بیاہ کریں۔ غرض ازروئے قانون ان کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ نہیں کیا جاتا تھا جس سے مفتوح یا غلام معلوم ہوں"[25]۔

دفاعی نظام اور اقلیت

اسلامی ریاست کسی اقلیت کو جبری طور پر فوج میں بھرتی نہیں کرسکتی۔ کیونکہ اسلامی حکومت ان سے ایک دفاعی ٹیکس لیتی ہے اور اقلیت کے ہر فرد کی جان، مال اور ناموس کی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ اس دفاعی ٹیکس سے بچے، بوڑھے، عورت اور اپاہج وغیرہ مستثنی ہوتے ہیں۔ اگر اسلامی حکومت ان کی حفاظت نہ کرسکے، تو وہ دفاعی ٹیکس واپس کرنا پڑتا ہے۔

"حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے عہد گورنری میں رومیوں کے ساتھ ایک دفعہ شام کی لڑائی میں مسلمان کچھ پسپا ہوگئے تھے، تو اس وقت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اقلیتوں سے لیا ہوا ٹیکس یہ کہہ کر واپس کردیا کہ تمہاری حفاظت کے بدلہ میں یہ لیا گیا تھا۔ اس وقت ہم تمہاری حفاظت نہ کرسکے، اس لیے ہمیں اس کے رکھنے کا کوئی حق نہیں"[26]۔

البتہ جو غیر مسلم اپنی خوشی سے فوج میں بھرتی ہوا چاہے اس سے یہ جزیہ وصول نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو فوجی وظیفہ بھی ملتا ہے۔ "معاہدہ آذر بائیجان میں یہ واضح طور پر لکھا تھا کہ اقلیت کے وہ افراد جو اسلامی فوج میں حصہ لیں گے۔ ان سے اس سال کا جزیہ نہیں لیا جائے گا"[27]۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اسلامی حکومت میں رہنے والے غیر مسلم باشندے اگر اپنی مرضی سے فوج میں بھرتی ہوں، تو حکومت کو ان سے خدمت لینے میں کوئی حرج نہیں اور اس کے عوض ان کو عطیہ یعنی مال غنیمت سے کچھ دیا جائے گا"[28]۔

ریاستی ملازمت

سرکاری ملازمتوں پر اسلام غیر مسلموں (اقلیتوں) کو بھی ان کی صلاحیت کے مطابق ملازمت کا موقع دیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے عہد خلافت میں قاہرہ سے بحر احمر تک ایک نالی کھدوائی تھی تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ذمی کو انجینئر مقرر فرمایا تھا[29]۔ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ میں ایک ہندو کو اسلحہ خانہ کا نگران مقرر کیا تھا[30]۔

قانونی مساوات

اسلامی حکومت میں مسلمان اور غیر مسلم قانون کی نظر میں برابر ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی مثال نہیں کہ فاتح قوم نے مغلوب قوم کو قانون میں اپنے برابر قرار دیا ہے۔ یہ امتیاز بھی اسلام کو حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو یہ تحریر فرما دیا تھا کہ ان میں سے اگر کوئی حق کا دعوی لے کر حاضر ہو، تو اس کے ساتھ غیر جانبدارانہ انصاف کیا جائے گا[31]۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک یہودی نے ان کی زرہ چوری کر لی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ قاضی کی عدالت میں حاضر ہوئے اور ان کے دو گواہ تھے۔ ایک حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور دوسرے ان کے غلام۔ لیکن قاضی نے باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت اور آقا کے حق میں غلام کی گواہی کو مسترد کر دیا اور یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرما دیا۔ یہودی اسلام کے اس عدل وانصاف کے اعلی معیار کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا[32]۔

اسلام نے اپنی ریاست کے حکام بالا کو اپنی رعایا کے ساتھ ہر معاملہ میں نرمی اور شفقت کا درس دیا ہے، خواہ یہ رعایا مسلمان باشندوں پر مشتمل ہو یا غیر مسلموں پر۔ تمام صورتوں میں شفقت، رحم، نرمی کو بروئے کار لانے کی تلقین کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو پیغام حق پہنچانے کے لیے حکم دیا، تو ارشاد فرمایا: ﴿ فَقُولَا لَهُۥ قَوۡلٗا لَّيِّنٗا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوۡ يَخۡشَىٰ ﴾[33]

(سو تم دونوں اس سے نرم بات کہنا شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے۔)

اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرماتا ہے:

﴿ فَبِمَا رَحۡمَةٖ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمۡۖ وَلَوۡ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلۡقَلۡبِ لَٱنفَضُّواْ مِنۡ حَوۡلِكَۖ فَٱعۡفُ عَنۡهُمۡ وَٱسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ﴾[34]

(سو اللہ تعالیٰ کی رحمت تو ان کے لیے نرم ہے اور اگر تو سخت کلام سخت دل ہوتا، تو تیرے ارد گرد سے تتر بتر ہو جاتے پس تو ان کو معاف کر اور ان کے لیے بخشش مانگ۔)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ، يُحْرَمِ الْخَيْرَ)) [35]

(جو نرمی سے محروم رہا وہ بھلائی سے محروم رہا۔)

دوسری جگہ ارشادِ نبوی ہے:

((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ أَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ، عَلَى كُلِّ قَرِيبٍ هَيِّنٍ سَهْلٍ)) [36]

(کیا میں تم لوگوں کو بتاؤں کہ کون شخص آگ پر حرام ہے اور کس پر آگ حرام ہے۔ ہر اس شخص پر جو نرم مزاج، نرم، لوگوں سے قریب ہونے والا ہو اور نرم خو ہو۔)

رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((عَلَيكِ بالرِّفْقِ، وإِيَّاكِ والعُنْفَ والفُحْشَ فَإِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ)). [37]

(تم نرمی کو اپنے اوپر لازم کرو اور سختی اور گالی گلوچ سے بچو۔ کیونکہ نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اس کے لیے زینت کا باعث ہے اور جس چیز سے نرمی کھینچ لی جاتی ہے وہ اس کو عیب دار کر دیتی ہے۔)

اسلام نے کس حد تک نرمی اور رفق کی تلقین کی ہے۔ حکومت کا انتظام چلانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مالی استحکام ہو۔ مالیات کو مضبوط کرنے کے لیے حکومت عوام پر ٹیکس لگاتی ہے اور اس کے عوض حکومت پبلک کو سیکورٹی اور دیگر تمام سہولیات فراہم کرتی ہیں۔

ٹیکسوں کی وصولی میں نرمی

غیر مسلموں سے بھی اسلامی ریاست دو قسم کے ٹیکس، جزیہ اور خراج وصول کرتی ہے۔ اسلام جزیہ اور خراج کی وصولی میں سختی کو منع کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے گورنر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مسلمانوں کو ان (ذمیوں) پر ظلم کرنے اور انہیں ستانے اور ناجائز طریقے سے ان کے مال کھانے سے منع کرو[38]۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جزیہ کی وصولی کے بعد خفیہ طور پر تفتیش کرتے تھے کہ ان پر کسی قسم کا دباؤ ڈال کر تو جزیہ وصول نہیں کیا گیا۔

ذمیوں کے پرسنل لاء کا تحفظ

اسلام نے اپنی ریاست میں ذمیوں (غیر مسلموں) کو اپنے مذہبی قانون میں ہر قسم کی آزادی دی ہے۔ اسلامی عدالت میں ان کے قانون کے مطابق ہی فیصلے ہوں گے۔ اہلِ نجران کے معاہدہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرما دیا تھا کہ ان کے خالص مذہبی امور میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی[39]۔

خلفاء راشدین کے دور میں بھی اس پر عمل ہوتا رہا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: "کیا وجہ ہے کہ خلفائے راشدین نے ذمیوں کو محرمات کے ساتھ نکاح، شراب اور خنزیر کے معاملہ میں آزاد چھوڑ دیا ہے"؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: "انہوں نے جزیہ دینا اس وجہ سے قبول کیا ہے کہ انہیں ان کے عقیدے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی آزادی دی جائے۔ آپ کا کام انہی کے نقش قدم کی پیروی کرنا ہے اور اپنی طرف سے کوئی نئی بات ایجاد نہیں کرنی ہے"[40]۔

علامہ ابو الحسن ماوردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"انہیں (ذمیوں) کو اپنے حقوق اپنے حکام کے پاس لے جانے میں کسی قسم کی ممانعت نہیں کی جا سکتی"[41]۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو جب پہلی اسلامی ریاست کا شرف بخشا، تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیاسی بصیرت اور اعلیٰ حکمت و تدبر سے کام لیتے ہوئے مدینہ منورہ کی جملہ اقوام بالخصوص یہود سے ایک تحریری معاہدہ کیا تاکہ نسل و مذہب کا اختلاف ختم ہو اور قومی وحدت تشکیل پا سکے اور سب کو اسلامی تہذیب و تمدن میں ایک دوسرے کا تعاون حاصل ہو۔ یہ صحیفۂ مدینہ "میثاق مدینہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدہ میں کہا گیا کہ "یہودیوں کو مکمل طور پر مذہبی آزادی ہو گی۔ خون بہا اور فدیہ کا قدیم طریقہ قائم رہے گا۔ یہودی اور مسلمان آپس میں دوست رہیں گے۔ یہودیوں کے دوست قبائل کے حقوق بھی یہودیوں کے برابر ہوں گے"[42]۔

مسلمانوں نے سپین کو جب فتح کیا، تو بہت سے غیر مسلم مسلمانوں سے خوف زدہ ہو کر بھاگنے لگے مگر مسلم حکومت نے ذمیوں سے بہت اچھا سلوک کیا۔

تاریخ سپین کا مصنف لکھتا ہے:

"جن عیسائیوں نے مفتوحہ ملک میں رہنا پسند کیا۔ ان کے مال و جان کی پوری حفاظت کی گئی۔ انہیں پورا حق حاصل تھا کہ اپنے طور پر اپنی عبادت کریں، معینہ حدود میں انہی کے قوانین رائج تھے۔ بعض ملکی اور قومی عہدوں پر ان کا تقرر کیا گیا۔ ان کی عورتوں کو اجازت تھی کہ وہ فاتحوں کے ساتھ شادی بیاہ کریں غرض از روئے قانون ان کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ نہیں کیا جاتا تھا جس سے مفتوح یا غلام معلوم ہوں"[43]۔

تاریخ کے اوراق پلٹنے سے پتہ چلتا ہے کہ جب سے ریاست نے جنم لیا ہے، اقلیتوں اور ماتحت اقوام کا وجود ذلت اور مسکنت کا نشانہ بنا رہا ہے۔ محکوم قوم نے حاکم قوم کے تحت ذلیل و خوار ہو کر زندگی گزاری، اور اگر محکوم قوم کو غالب آنے کا موقع مل گیا تو اس نے اپنی سابقہ ذلت اور رسوائی کا انتقام لیا۔ غلامی کا رواج بھی اسی ظلم و عدوان کا نتیجہ ہے۔ محکوم قوم غلام تصور کی جاتی تھی۔ ان کو معاشرتی، اقتصادی، سیاسی اور مذہبی آزادی سے محروم کر دیا جاتا تھا۔

اسلام سے قبل تمام متمدن حکومتوں میں اقلیتوں کی حالت ناگفتہ اور المناک تھی۔ انسانیت سے ہٹ کر جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جارہا تھا۔ عزت نفس اور تمام انسانی حقوق کو پامال کیا جارہا ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اپنی قائم کردہ ریاست میں تمام ذمیوں (اقلیتوں) کو وہ حقوق دیے جو ان کی عزت نفس اور معاشرتی، اخلاقی، اقتصادی، سیاسی اور مذہبی بقا کے لیے ضروری تھے۔ حاکم و محکوم، آقا و غلام، کالے و گورے، غریب و امیر، اعلی وادنی، مسلم و غیر مسلم کے تمام انسانی امتیازات اور اختلافات کو ختم کر دیا۔ تاکہ کسی بھی اسلامی ریاست کے تمام شہری اتحاد و اتفاق کی لڑی میں اپنے آپ کو پرو کر ریاست کے قیام وبقااور ترقی و عروج کے لیے جدوجہد کر سکیں۔

حوالہ جات وحواشی

1) سورۃ الإسراء:34

2) سورۃ الأنفال:72

3) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الأمم والملوک، بیروت لبنان، ص:۲۴۶۷

4) ابن جوزی، جمال الدین، أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ص:۱۴۷

5) بلاذری، احمد بن یحیی بن جابر، فتوح البلدان، مکتبہ قاہرہ، مصر، ۱۹۰۵، ص:۱۳۷

6) سورۃ البقرۃ:256

7) ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل احمد بن علی، الإصابۃ فی تمیز الصحابۃ، مکتبہ الکلیات الازہریہ، مصر؛ ص:۱۷۷

8) ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، الإستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، مکتبہ الکلیات الازہریہ، مصر؛ ص:۱۸۵

9) رضا محمد، ابوبکر الصدیق اول خلفاء الراشدین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان: ص:۸۷

10) بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین، شعب الإیمان، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۰ء، بیروت، لبنان؛ ص:۱۷۲

11) الدکتور حسن ابراہیم حسن، تاریخ الإسلام السیاسی والدینی والإجتماعی، مکتبۃ النھضۃ المصریۃ، م؛ الطبعۃ السابعۃ، ۱۹۶۴، ص:۱/۱۰۷

12) سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمان بن ابی بکر بن محمد، تاریخ الخلفاء، مطبعۃ السعاد، مصر:۱۹۵۲، ص:۸۵

13) ابن جوزی، جمال الدین ابوالفرج، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان: ص:۹۵

14) امام ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، دار المعرفۃ، ص:۲۱۹

15) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الأمم والملوک، ص:۲۵۷۰

16) أیضاً

17) خلیل، محمد علی، خلفاء راشدین، دار عالم الکتب، تہران:۱۹۲۱ء، ص:۲۲۴

18) حصکفی، علاء الدین، در المختار، دیوان الأوقاف المصریہ، مصر:۱۲۵۶ھ، ص:۱۳۲

19) ابن اثیر، علی بن ابی المکرم، الکامل فی التاریخ، دار صادر بیروت، لبنان:۱۳۹۹ھ، ص:۵/۱۹۵

20) شبلی، ابوزید، تاریخ خالد بن ولید، قاہرہ، مصر:۱۹۳۳ھ، ص:۲۲۷

21) ابن سعد، ابوعبداللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبری، دار صادر، بیروت، لبنان:۱۹۶۸ء، ص:۵/۲۱۵

22) ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، مطبعۃ مصطفی البابی، الحلبی واولادہ، مصر: ۱۳۵۵ھ، ص: ۱۷۸

23) ابن جوزی، عبد الرحمن بن علی بن محمد بن علی، سیرۃ عمر بن عبد العزیز، الناشر: دار الکتب العلمیۃ 1984 ص: ۱۴۴

24) الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب، الأحکام السلطانیہ، مکتبہ محمودیہ تجاریہ، مصر، ص: ۲۲۷

25) ابن الفقیہ، ابو بکر احمد بن محمد بن اسحق، کتاب البلدان، مطبعۃ بریل، لندن ۱۸۸۶ء، ص: ۲۳۶

26) ندوی، معین الدین، تاریخ الِاسلام، ایم۔ ایچ کمپنی کراچی: ۱۹۷۴ء، ص: ۲/ ۱۸۸

27) أیضاً

28) شافعی امام ابو عبد اللہ بن ادریس، کتاب الأم، دار الفکر العربی، قاہرہ، مصر: ۱۳۸۱ھ، ص: ۲۳۲

29) عبد الوہاب، الخلفاء الراشدون، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان: ص: ۱۴۲

30) سید، محمد میاں، علماء ہند کا شاندار ماضی، مکتبہ محمودیہ، لاہور: ۱۹۷۷ء، ص: ۲۰۹

31) ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، جمھرۃ أنساب العرب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان: ۱۴۰۶ھ، ص: ۲۶۹

32) ابو نعیم، أحمد بن عبد اللہ الأصفھانی، حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، مکتبۃ الخانجی ودار الفکر العربی، بیروت، لبنان 1416-1996، ص: 4/ 139

33) سورۃ طہ: ۴۴

34) سورۃ آل عمران: ۱۵۹

35) القشیری، امام مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فی فضل الرفق، المصریۃ القدیمۃ بیروت، لبنان: ۱۹۰۰ء، حدیث نمبر: ۶۷۹۷ ص: ۹/ ۱۹۷

36) ابو عیسی محمد بن عیسی، جامع الترمذی، ابواب الزہد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب ما جاء فی الزھادۃ فی الدنیا، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان: ۱۹۵۸ء، حدیث نمبر: 2412، ص: ۹/ ۲۸

37) مسند احمد، مسند عائشہ، بتحقیق أحمد محمد شاکر وحمزۃ الزین مطبعہ دار الحدیث، حدیث نمبر ۲۳۷۹۱، ص: ۱۲/ ۴۴۷

38) ابن خلدون، عبد الرحمان، مقدمہ ابن خلدون، مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ:۱۹۹۳ء، ص:332

39) توکلی، نور بخش، سیرت رسول عربی، فرید بکسٹال اردو بازار لاہور، ۱۹۷۹ء، ص:۳۱۵

40) ابوعبیدہ القاسم بن سلام، کتاب الاموال، دار الفکر العربی، مصر:۱۳۵۳ھ، ص:۳۶

41) الماوردی، الأحکام السلطانیہ، ص:۲۳۲

42) احمد بن ابو یعقوب، تاریخ یعقوبی، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ص:229

43) عبداللہ العمادی، تاریخ طبری (اردو)، نفیس اکیڈمی، کراچی:۱۹۸۱ء، ص:169

****